قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر ۔ ابو سعید

Online Edition

جمعرات 10 دسمبر 2020ء | 24 ربیع الثانی 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:292

ارشاد باری تعالیٰ

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۸﴾

(ھود:28)

ترجمہ: پس اس کی قوم میں سے اُن سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا کہ ہم تو تجھے محض اپنے جیسا ہی ایک بشر دیکھتے ہیں۔ نیز ہم اُس کے سوا تجھے کچھ نہیں دیکھتے کہ جن لوگوں نے تیری پیروی کی ہے وہ بادیٔ النظر میں ہمارے ذلیل ترین لوگ ہیں اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں سمجھتے بلکہ تمہیں جھوٹے گمان کرتے ہیں۔

فرمان خلیفہ وقت

مخالفین کا انبیاء کو نہ ماننا اور شیطان کے قبضہ میں جانا ان کے تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے جو ان کو نیکیوں کی طرف قدم بڑھانے کی توفیق نہیں دیتا۔ اور ہمیشہ ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ اس نبوت کے دعویدار اور خدا تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو ماننے والے تو غریب لوگ ہیں اور ہم بڑے لوگ ہیں۔ ہم صاحبِ علم ہیں۔ہمیں دین کا علم زیادہ پتہ ہے اس لئے ہم کس طرح اس جماعت میں شامل ہو جائیں یا اس کی بیعت کر لیں۔ آج اس زمانے میں بھی جو زمانے کے امام کو نہیں مانتے تو یہ تکبر ہی ہے جو ان کو نہ ماننے پر مجبور کر رہا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ جو بشر میں نے بنایا ہے اس کو سجدہ کرو تو یہ کوئی ظاہری سجدہ نہیں تھا۔ ظاہری سجدہ تو صرف خدا تعالیٰ کو کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں دین پھیلانے کے لئے میں نے جس شخص کو مبعوث کیا ہے اس کے لئے کامل فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کے مشن کو آگے بڑھانے میں اس کی مدد کرو اور شیطانوں کے منصوبوں کو کبھی کامیاب نہ ہونے دو۔ ان مقاصد کو کبھی شیطان حاصل نہ کر سکے۔ اور شیطان کے تمام منصوبوں کو ناکام و نامراد کرنے میں نبی کی تائید کرو۔ اس کا ہاتھ بٹاؤ اور نیک فطرت اور سعید لوگوں کے دلوں میں نبی کے پیغام اور اللہ تعالیٰ کی اس کے ساتھ تائیدات کے سلوک کی پہچان بھی پیدا کرو تا کہ وہ حق کو پہچانے اور حق کو پہچان کر اس کی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ پھر ایسے لوگ اپنے اندر بھی نفخِ روح کے نظارے دیکھیں گے۔ خدا تعالیٰ کے سلوک کے نظارے دیکھیں گے۔ اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کا باعث بنتے ہوئے جنتوں کا وارث ٹھہریں گے۔ نبی کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے میں،

بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

- آپ کی نسبت سے ہی (منظوم)
- تعارف سورۃ ص
- ختم نبوت
- خلیفہ راشد کا مقام اور مرتبہ

فرمانِ رسول ﷺ

روم کے بادشاہ ہرقل نے ابوسفیان سے چندسوالات پوچھے۔ ان میں سے ایک سوال اور اس کے جواب سے یہ نتیجہ نکالا:

’’اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا بڑے لوگ اس کے پیروی کرتے ہیں یا کمزور آدمی۔تم نے کہا کمزوروں نے اس کی اتباع کی ہے، تو (دراصل) یہی لوگ پیغمبروں کے متبعین ہوتے ہیں۔‘‘

(بخاری کتاب بدء الوحی)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

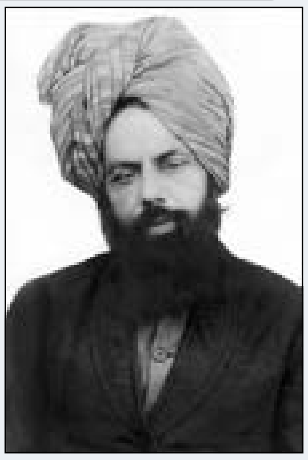

انبیاء کا ساتھ دینے والے ہمیشہ کمزور اور ضعیف لوگ ہوتے ہیں

میں جب مامور ہوا تھا اور خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو بہت صاف طور سے قائم کیا۔ کوئی شک و شبہ نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں اور قرآن شریف کے عین منشاء کے مطابق اور ٹھیک وقت پر ظہور ہوا تھا اور پھر صداقتِ دعویٰ کے ساتھ خدائی نشان بھی تھے تو میں نے سب سے اوّل اس امر کو گروہِ علماء کے سامنے پیش کیا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ علماء اس امر کو سب سے پہلے قبول کریں گے۔ میرا خیال تھا کہ یہ لوگ بوجہ علوم دین سے واقفیت رکھنے کے بلا عذر مجھے قبول کر لیں گے۔ کیونکہ میرا دعویٰ عین قرآن وحدیث کے مطابق اور ضرورتِ حقّہ کے واسطے تھا اور یہ لوگ خود انتظار میں تھے اور تحریراً تقریراً اپنے وعظوں اور لیکچروں میں کہا کرتے تھے کہ چودھویں صدی میں مسیح موعود کا آجانا یقینی اور قطعی ہے اور علاوہ ازیں کُل علامات جو یہ بیان کرتے تھے میری صداقت کے لیے ظاہر ہو چکی تھیں۔ مگر ہماری وہ امید بالکل غلط نکلی۔ علماء کی طرف سے ہمیں اس دعوت کا جو جواب ملا وہ ایک فتویٰ تھا جس میں ہمیں کافر، اکفر، ضال، مضل، دائرۂ اسلام سے خارج، یہود اور نصاریٰ سے بدتر قرار دیا۔ اور لکھا گیا کہ ان لوگوں کو اپنی قبروں میں داخل نہ کیا جائے۔ ان کے جنازے نہ پڑھے جاویں۔ ان کے ساتھ ملاقات نہ کی جاوے۔ ان سے مصافحہ نہ کیا جائے حتّٰی کہ یہاں تک تشدد کیا کہ جو ان سے میل جول رکھے گا وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔

پھر ان لوگوں سے یہ جواب پا کر ہمیں خیال آیا کہ تعلیم یافتہ لوگ عموماً بے تعصب اور عناد سے پاک ہوتے ہیں۔ لہٰذا اسی خیال سے ہم نے پھر اپنی دعوت نئے تعلیم یافتہ گروہ کے سامنے پیش کی مگر ان میں سے اکثر کو بے قید پایا اور اکثر کو دیکھا کہ وہ خود اسلام میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ اسلام کی تعلیم ایک جاہلانہ اور وحشیانہ زمانہ کی تعلیم تھی اب اس کی ضرورت نہیں۔ اب اس سے فراغت حاصل کرنی چاہیے اور زمانہ کی رفتار کے مناسبِ حال ترمیم کر لینی چاہیے۔غرض اس طرح سے اس قوم کے لوگوں سے بھی محرومی ہی ہوئی۔ الّا ما شاء اللہ۔

پھر رؤساء کے گروہ کی طرف اپنی دعوت بھیجی کہ ان کو دنیا کا حصّہ دیا جاتا ہے اور یہ سیدھے سادے مسلمان ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص صدیق حسن خاں نے ہماری کتاب کو چاک کر کے واپس بھیج دیا اور اس طرح سے اپنی قساوت قلبی کا اظہار کیا۔ ان کے بعد ہم نے سمجھا کہ یہ سعادت ہمیشہ ضعفاء ہی کا حصہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارا یہ خیال بالکل صحیح نِکلا اور سنّت قدیمہ کے بموجب ضعفاء ہی اکثر ہمارے ساتھ ہوئے جن کو نہ مولویت کا گھمنڈ اور نہ دولت کا تکبر بلکہ سادہ لوح اور پاک نفس ہوتے ہیں۔ اور وہی خدا تعالیٰ کے بھی مقرب ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی گروہ میں سے کئی لاکھ انسان اب ہمارے ساتھ ہیں۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 304تا305۔ ایڈیشن 1984ء)

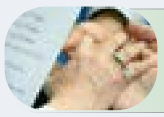

دربارِ خلافت

حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے متعلق
حضرت مصلح موعودؓ کے بیان فرمودہ بعض واقعات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، حضرت مصلح موعودؓ کے حوالہ سے ہی مزید بیان فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عفو اور درگذر کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ جس جس رنگ میں دشمنوں نے آپ کا مقابلہ کیا دوست جانتے ہیں۔ دشمنوں نے کمہاروں کو آپ کے برتن بنانے سے، سقّوں کو پانی دینے سے بند کر دیا۔ لیکن پھر جب کبھی وہ معافی کے لئے آئے تو حضرت صاحب معاف ہی فرما دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے کچھ مخالف پکڑے گئے تو مجسٹریٹ نے کہا کہ میں اس شرط پر مقدمہ چلاؤں گا کہ مرزا صاحب کی طرف سے سفارش نہ آئے کیونکہ اگر انہوں نے بعد میں معاف کر دیا تو پھر مجھے خواہ مخواہ ان کو گرفتار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر دوسرے دوستوں نے کہا کہ نہیں اب انہیں سزا ضرور ہی ملنی چاہئے۔ جب مجرموں نے سمجھ لیا کہ اب سزا ضرور ملے گی تو انہوں نے حضرت صاحب کے پاس آ کر معافی چاہی تو حضرت صاحب نے کام کرنے والوں کو بلا کر فرمایا کہ ان کو معاف کر دو۔ انہوں نے کہا ہم تو اب وعدہ کر چکے ہیں کہ ہم کسی قسم کی سفارش نہیں کریں گے۔ حضرت اقدس فرمانے لگے کہ وہ جو معافی کے لئے کہتے ہیں تو ہم کیا کریں۔ مجسٹریٹ نے کہا دیکھا وہی بات ہوئی جو میں پہلے کہتا تھا۔ مرزا صاحب نے معاف کر ہی دیا۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 10 صفحہ 277۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 19 نومبر 1926ء)

یہ جو واقعات ہیں، ہمیں ان سے صرف محظوظ نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنے اوپر لاگو بھی کرنے چاہئیں۔ معافی اور درگزر کی طرف کافی توجہ کی ضرورت ہے۔

پھر ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’میں ان لوگوں میں سے ہوں جو نہایت ٹھنڈے دل کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا کرتے ہیں۔ مَیں نے اپنے کانوں سے مخالفین کی گالیاں سنیں اور اپنے سامنے بٹھا کر سنیں مگر باوجود اس کے تہذیب اور متانت کے ساتھ ایسے لوگوں سے باتیں کرتا رہا۔ (فرماتے ہیں کہ) میں نے پتھر بھی کھائے۔ اس وقت بھی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر امرتسر میں پتھر پھینکے گئے۔ اس وقت میں بچہ تھا مگر اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے مجھے حصہ دے دیا۔ لوگ بڑی کثرت سے اس گاڑی پر پتھر مار رہے تھے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے تھے۔ میری اس وقت چودہ پندرہ سال کی عمر ہو گی۔ گاڑی کی ایک کھڑکی کھلی تھی۔ میں نے وہ کھڑکی بند کرنے کی کوشش کی لیکن لوگ اس زور سے پتھر مار رہے تھے کہ کھڑکی میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور پتھر میرے ہاتھ پر لگے۔ پھر جب سیالکوٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پتھر پھینکے گئے اس وقت بھی مجھے لگے۔ پھر جب تھوڑا عرصہ ہوا میں سیالکوٹ گیا تو باوجود اس کے کہ جماعت کے لوگوں نے میرے ارد گرد حلقہ بنا لیا تھا مجھے چار پتھر لگے۔‘‘

(حالات حاضرہ کے متعلق جماعت احمدیہ کو اہم ہدایات، انوار العلوم جلد 13صفحہ 508)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفین کو تحریک کی کہ ایسے جلسے منعقد کئے جائیں جن میں ہر شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے۔ آپ نے یہ نہیں کہا کہ چونکہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں اس لئے باقی سب لوگ اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ بند کر دیں۔ … آپ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ باقی لوگوں کو بھی تبلیغ کا ویسا ہی حق ہے جیسا مجھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ تم اپنی بات پیش کرو، مَیں اپنی بات پیش کرتا ہوں اور جب تک یہ طریق نہ پیش کیا جائے امن کبھی نہیں ہو سکتا اور حق نہیں پھیل سکتا۔ دنیا میں کون ہے جو اپنے آپ کو حق پر نہیں سمجھتا لیکن جب خیالات میں اختلاف ہو تو ضروری ہے کہ اسے ظاہر کرنے کا موقع دیا جائے۔‘‘

(خطبات محمود جلد 12 صفحہ 418۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 30 مئی 1930ء)

یہی بات اگر حکومت پاکستان سمجھ لے یا عرب دنیا میں لوگ سمجھ لیں تو پھر تبلیغ کے بڑے رستے وسیع ہو جائیں اور ان کو خود پتا لگ جائے کہ کون حق پر ہے اور کون غلط۔

پھر ملکہ کو تبلیغ کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ ’’پہلے زمانوں میں کیا مجال تھی کہ کوئی بادشاہ کو تبلیغ کر سکے۔ یہ بہت بڑی گستاخی اور بے ادبی سمجھی جاتی تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کو ایک خط لکھا جس میں اسے اسلام کی طرف بلایا اور کہا کہ اگر اسے قبول کر لو گی تو آپ کا بھلا ہو گا۔ یہ سن کر بجائے اس کے کہ ان کی طرف سے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کیا جاتا اس چٹھی کے متعلق اس طرح شکریہ ادا کیا گیا کہ ہم کو آپ کی چٹھی مل گئی ہے جسے پڑھ کر خوشی ہوئی۔‘‘ (الفضل 19 اگست 1916ء صفحہ 7 جلد 4 نمبر 13) تو آج جو ایجنٹ ہونے کا الزام لگاتے ہیں وہ تو آج بھی کبھی ان لیڈروں کو اسلام کی تبلیغ نہیں کر سکتے۔

(خطبہ جمعہ 27/ فروری 2015ء)

آپ کی نسبت سے ہی

ہے جہاں کی ساری خِلقت آپؐ کی نسبت سے ہی
ہم بنیں ہیں خیرِ امت آپؐ کی نسبت سے ہی

مہر و مہ نے روشنی لی آپ کے ہی نور سے
اورستاروں میں ہے زینت آپؐ کی نسبت سے ہی

ملحدو کج راہ و بھٹکے صاحبِ عرفاں ہوئے
پا گئے مولا کی قربت آپؐ کی نسبت سے ہی

کھوٹے سکے چل گئے ہیں چاکری سے آپ کی
مٹ گئی ہر اک کثافت آپؐ کی نسبت سے ہی

صاحب لولاک عظمت آپ کی ہے بالا تر
سارے نبیوں کی ہےعصمت آپؐ کی نسبت سے ہی

دشمنِ جاں آپ کی جاں پر فدا ایسے ہوئے
پی لیا جامِ شہادت آپؐ کی نسبت سے ہی

آپ کے عفو و کرم کے غیر بھی قائل ہوئے
چھوڑ بیٹھے سب عداوت آپؐ کی نسبت سے ہی

جس نے پکڑا آپ کا دامن اسے سب کچھ ملا
پالی اس نے جگ میں جنت آپؐ کی نسبت سے ہی

(حافظ محمد مبرور)

مرسلہ: مترجم: وقار احمد بھٹی

تعارف سورۃ صٓ (38ویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 89 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

یہ سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی کے ابتدائی سالوں میں نازل ہوئی۔ ابن مردویح نے ابن عباس اور بیہقی سے روایت کی ہے کہ یہ مکی سورت ہے اور دیگر علماء کی بھی یہی رائے ہے۔ اپنے مضامین کے اعتبار سے یہ سورت اپنی سابقہ سورت سے بہت مشابہت رکھتی ہے جس کا اختتام اس خدائی چیلنج پر ہوا تھا کہ خدا کے رسول کامیاب ہوں گے اور وہ دن کفار کے لیے سخت منحوس ہوگا جب خدائی عذاب ان کے صحنوں میں اترے گا۔ اس سورت کا آغاز بھی ایک بھرپور اور پرتحدی بیان سے ہوا ہے کہ یہ سچے خدا کی ناقابل تردید تقدیر ہے کہ مومن دولت، طاقت اور شان و شوکت حاصل کریں گے جبکہ کفار کو ذلت اور بربادی نصیب ہوگی۔

مضامین کا خلاصہ

اس سورت کا آغاز ایک پرتحدی بیان سے ہوا ہے، دراصل خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی قسم کھائی ہے کہ اس کی تعلیمات پر عمل کے نتیجے میں اور اس کو اپنا لائحہ عمل بنانے کی وجہ سے مومنوں کو شان و شوکت نصیب ہوگی اور انہیں بڑی سلطنتوں کے مقابل پر معزز مقام حاصل ہوگا۔ اس سورت میں مزید بتایا گیا ہے کہ کفار مکہ بھی طوطوں کی طرح رٹی رٹائی باتیں کرتے ہیں کہ ہم مکہ کے ہی ایک رہنے والے آدمی کے کہنے پر اپنے بتوں کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔ ان کی اس بے وقوفانہ بات پر انہیں جواب دیا گیا ہے کہ انہوں نے کب سے خدائی خزائن جن میں عزت و اکرام اور رحم شامل ہیں، کے حصول کا دعویٰ کرنا شروع کردیا ہے۔ یہ خدا کا ذاتی اختیار ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنی مخلوق تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے چن لیتا ہے اور یہ کہ اب خدا نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پیغام پہنچانے کے لیے چن لیا ہے۔ ایک پرزور پیشگوئی کرنے کے بعد کہ بدی کی طاقتیں ناکام اور نامراد ہو جائیں گی اور خدائے واحد کے پرستاروں کو طاقت، دولت اور غیرمعمولی بلندمرتبت حاصل ہوگی۔ یہ سورت بطور تعارف بنی اسرائیل کو ملنے والی عظیم شان و شوکت کا ذکر کرتی ہے جو انہیں ان کی دو بادشاہت والے نبیوں کے دور میں حاصل ہوئی جن میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان شامل ہیں۔ اس سورت میں ان سازشوں کا بھی ذکر ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کی عظیم الشان سلطنت، طاقت اور اثر ورسوخ کو کم کرنے کے لیے کی گئیں۔ اور اس تنزل کے آغاز کا ذکر ہے جو حضرت سلیمان کے دور میں شروع ہوا۔ جب بنی اسرائیل دولت سے مالا مال تھے اور مادی ترقی کے عروج پر تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا ہے کہ آپ کے دشمن بھی آپ سے حسد کی وجہ سے آپ کی بڑھتی ہوئی طاقت کی وجہ سے آپ کے قتل کے منصوبے بنائیں گے اور اسلام کے خستہ حال درخت کو پنپنے سے پہلے ہی جڑ سے اکھیڑ دینے کے مکروہ ارادوں میں ناکام ہوں گے اور اسلام مستقل ترقی اور طاقت حاصل کرتا چلا جائے گا۔ لیکن اگر مسلمانوں نے اپنی جدوجہد کا خیال نہ رکھا تو شان و شوکت کے دنوں میں گمراہی کی طاقتیں اسلام کی سلامتی کو بدحالی کی راہ پر ڈال دیں گی۔ اس کے بعد ایک نبی جو مصائب جھیلتا ہے اس کا ذکر ہے لیکن اس کی تکلیفوں کا عارضی دور بہت جلدی ختم ہو جاتا ہے اور وہ کامیاب و کامران ہوتا ہے اور اس کا نقصان کئی گنا نفع کے ساتھ پورا ہوتا ہے۔ نبی کی ذمہ داریوں کے تذکرے کے مان بعد حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل، حضرت الیسع، حضرت ذوالکفل کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں ان کو خدائی نعماء سے نوازا جاتا ہے جس کی کوئی حدود نہ ہیں اور نہ ہی تکلیف کا ڈر ہے۔ اس کا اختتام اس بیان پر ہوا ہے کہ جب بھی انسان سیدھے راستے سے دور ہٹتا ہے اور محبوبان باطلہ کی پرستش کرنے لگتا ہے تو ان میں خدا کا رسول مبعوث کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ حقیقی معبود یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ ذریت شیطان اس نبی کے راستے میں ہر طرح کی رکاوٹیں حائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دہی سے خدا کے رستے سے بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں مگر حق ہر طرح کی روکاوٹیں عبور کرکے ترقی اور کامیابی حاصل کرتا ہے اور بالآخر کامیاب و کامران ہوتا ہے

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

بقیہ ...... از صفحہ 1

فرشتے انسانوں کو بھی جو حکم دیتے ہیں کہ نبی کا پیغام دنیا میں پھیلانے کے لئے اس کے مددگار بن جاؤ تو سعید فطرت لوگوں میں یہ تحریک پیدا ہوتی ہے اور یہی وہ مقام ہے جب تمام فرشتے بھی نبی کی تائید میں فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ کا اعلان کرتے ہیں۔ یعنی اس چیز کا نظارہ پیش کرتے ہیں کہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور خارق عادت اور غیرمعمولی برکات نبی کے کام میں پڑ رہی ہوتی ہیں۔ اور فرشتہ صفت انسانوں کے ذریعے بھی اس سجدہ کے نظارے نظر آتے ہیں جو فرمانبرداری کا سجدہ ہے۔ جو اطاعت کا سجدہ ہے۔ جو اپنی تمام تر طاقتیں اور صلاحیتیں نبی کے کام کو آگے بڑھانے کا سجدہ ہے۔ اور وہ نبی کے سلطانِ نصیر بن کر اس کے کام کو آگے بڑھانے والے ہوتے ہیں۔

اس زمانے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو خدا کے فرستادہ کی توہین خدا کی توہین ہے۔ تمہارا اختیار ہے چاہو تو مجھے گالیاں دو کیونکہ آسمانی سلطنت تمہارے نزدیک حقیر ہے۔ پس آج بھی جو مقابلہ کر رہے ہیں وہ خدا تعالیٰ سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ یا آپ کی جماعت سے مقابلہ نہیں ہے۔

(خطبہ جمعہ 28/ مئی 2010ء بحوالہ الاسلام)

آج کی دعا

اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(سورۃ آلِ عمران آیت نمبر 192)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غوروفکر کرتے رہتے ہیں۔ (اور بے ساختہ کہتے ہیں) اے ہمارے ربّ! تُو نے ہرگز یہ بےمقصد پیدا نہیں کیا۔ پاک ہے تُو۔ پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

یہ قرآن مجید کی جہنم کے عذاب سے بچنے کی دعا ہے۔

پیارے امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو اپنے خطبہ جمعہ مؤرخہ 22 ستمبر 2006 کو اس دعا کے پڑھنے کی تحریک کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’جب اس پیدا کرنے والے کا پتہ لگ جاتا ہے، خداتعالیٰ کی عظمت کا پتہ لگتا ہے، خداتعالیٰ کی قدرتوں کا پتہ لگتا ہے تو پھر ایمان میں اور مضبوطی پیدا ہوتی ہے، جب یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ ان سب چیزوں کو پیدا کرنے والا ایک خدا ہے تو اس کی ہستی اور طاقتوں پر اور یقین بڑھتا ہے۔ پھر اس بات کا بھی یقین بڑھتا ہے کہ ان سب کو پیدا کرنے والا وہ زندہ خدا ہے جس نے اپنی عبادت کرنے کے لئے بھی کہا ہے، دعائیں مانگنے کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور عمل کے حساب سے اچھے اور بُرے اعمال سے بھی آگاہ کیا ہے۔ تو پھر وہ پکارتا ہے کہ اے اللہ! مجھے نیک عملوں کی بھی توفیق عطا فرما تاکہ مَیں آگ کے عذاب سے بچوں اور تیرے پیار کی نظر ہمیشہ مجھ پر پڑتی رہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 22/ ستمبر 2006ء بحوالہ الاسلام)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

تبرکات حضرت میر محمد اسحاق

ختم نبوت

(قسط 1)

(جناب میر محمد اسحاق صاحب کی وہ تقریر جو آپ نے 30 ستمبر 1917ء کو جماعت احمدیہ شملہ کے سالانہ جلسہ پر بمقام میسا نک ہال فرمائی۔ ایڈیٹر الفضل)

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے چودھویں صدی ہجری میں دعویٰ کیا کہ حدیثوں میں جو یہ لکھا ہے کہ مسیح آئے گا۔ اس کا مصداق میں ہوں اور اس مسیح کو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کہا ہے اس لئے میں نبی ہوں۔ اور ان تمام الفاظ کا مصداق ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح کے متعلق فرمائے ہیں۔ اب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ الفاظ میں سے بعض کے حضرت مرزا صاحب مصداق ہوں اور بعض کے نہ ہوں۔ بلکہ تمام ہی کے مصداق ہوں گے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مرکب ہے مسیحیت اور نبوت سے۔ نہ یہ کہ فقط ان میں سے صرف ایک آپ کا دعویٰ ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے دعوے پر اعتراض

جب آپ نے یہ دعویٰ کیا تو دنیا نے آپ پر اعتراض کئے اور ان دونوں باتوں پر اعتراض کئے۔ دنیا نے کہا کہ تم مسیح موعود تو اس لئے نہیں ہو سکتے کہ وہ مسیح آسمان پر ہے اور جب تک کوئی آسمان سے نہ اُترے اُس وقت تک مسیح موعود نہیں ہوسکتا۔ اور نبی تم اس لئے نہیں ہو سکتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آ نہیں سکتا۔ یہ اعتراض اس زور شور سے کئے گئے کہ اگر دعویٰ کرنے والا کوئی دنیادار انسان ہوتا تو گھبرا جاتا اور اپنے دعوے کو ترک کر دیتا۔ مگر چونکہ حضرت مرزا صاحب صادق تھے اس لئے آپ نے کوئی پرواہ نہ کی اور ایک کثیر التعداد ایسی جماعت تیار کر دی جس نے آپ کے ان دونوں دعووٴں کو شرح صدر سے تسلیم کرلیا۔

اس وقت میرے مضمون کا تعلق حضرت مرزا صاحب کے دعولے کے اس حصہ سے ہے جو نبوت کے متعلق ہے۔ مگر چونکہ آپ کا دعویٰ مسیحیت کا بھی ہے اس لئے اس کے متعلق بھی کسی قدر بیان کروں گا۔ دنیا نے آپ کو کہا کہ تم مسیح موعود کیسے ہو سکتے ہو۔ اس نے تو آسمان سے آنا ہے اور نبی بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس اعتراض کے متعلق ہم جب قرآن کریم کو دیکھتے ہیں کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اعتراض بالکل غلط ہے۔

سچے اور جھوٹے نبی کے پرکھنے کا معیار

قرآن کریم نے سچے اور جھوٹے نبی کے پرکھنے کے لئے ایک معیار پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدۡ قِیۡلَ لِلرُّسُلِ مِنۡ قَبۡلِکَ (حٰم السجدہ:44) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اعتراض تجھ پر کئے جاتے ہیں یہ کوئی نئے نہیں ہیں۔ تم سے پہلے جو رسول ہوئے ہیں ان پر بھی یہی اعتراض کئے گئے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ ایسے اعتراضات جو پہلے انبیاء پر ہو چکے ہوں وہی اگر کسی اور مدعی نبوت پر کئے جائیں تو وہ جھوٹے ہوتے ہیں اور جس پر کئے جائیں وہ سچا ہوتا ہے۔ دیکھو کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا کہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ یَاۡکُلُ الطَّعَامَ وَیَمۡشِیۡ فِی الۡاَسۡوَاقِ ط (الفرقان:8) یہ کس طرح کا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور گلیوں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کا جواب خدا تعالیٰ نے یہ نہیں دیا کہ کھانا کھانے اور گلیوں میں چلنے سے نبوت میں کوئی نقص نہیں آتا۔ بلکہ یہ دیا ہے کہ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَیَاۡکُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَیَمۡشُوۡنَ فِی الۡاَسۡوَاقِ (الفرقان:21) کہ ہم نے تجھ سے پہلے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جو کھانا نہ کھاتا ہو یا گلیوں میں نہ پھرتا ہو۔ بلکہ ایسے ہی بھیجے ہیں جو کھانا بھی کھاتے اور گلیوں میں بھی چلتے تھے۔ یعنی یہ اعتراض ایسا ہے کہ اگر اس نبی پر پڑتا ہے تو اس سے پہلے نبیوں پر بھی پڑتا ہے اس لئے غلط ہے۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ کوئی ایسا اعتراض جو کسی پہلے نبی پر پڑتا ہو وہ غلط ہوتا ہے اور نبوت کا دعویٰ کرنے والا سچا۔

حضرت مرزا صاحب کو اس معیار پر پرکھو

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب پر جو یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ آنے والے مسیح نے چونکہ آسمان سے اُترنا ہے اس لئے مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ پھر یہ کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اس لئے آپ نبی نہیں ہو سکتے۔ یہ اعتراض کسی پہلے نبی پر بھی کئے گئے ہیں یا نہیں۔ اگر کئے گئے ہیں تو حضرت مرزا صاحب کے دونوں دعوے سچے۔

مسلمانوں کی یہود اور نصاریٰ سے مشابہت

لیکن یہ بات صاف طور پر ثابت ہے کہ یہی اعتراض آپ سے پہلے انبیاء پر بھی کئے گئے ہیں۔ مگر دیکھئے کیسا اتفاق ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ شِبۡرًا شِبۡرًا وَذِرَاعًا ذِرَاعًا (بخاری کتاب الاعتصام والسنۃ) ایک زمانہ میں مسلمان پہلی قوموں کے ایسے مشابہ ہو جائیں گے جس طرح ایک بالشت دوسری بالشت کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ صحابہ نے پوچھا۔ یارسول اللہ! کیا یہود اور نصاریٰ کی طرح؟ آپؐ نے فرمایا اور کون۔ تو رسول کریمؐ نے فرمادیا کہ جو چال ان سے پہلی قوم چلی ہے۔ وہی مسلمان چلیں گے۔ اب ہم جب یہ دیکھتے ہیں کہ پہلی قوم کون ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل ہے۔ اور اس نے یہی دونوں اعتراض کئے ہیں جو آج مسلمان حضرت مرزا صاحب پر کرتے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تو انہوں نے کہہ دیا کہ یوسف (علیہ السلام) کے مرنے کے بعد اب کوئی رسول نہیں آسکتا۔ پھر جب حضرت مسیح آئے تو یہود نے کہا کہ جب تک ایلیا آسمان سے نہ اُترے ہم تجھے کس طرح قبول کر سکتے ہیں۔ اب یہی دونوں باتیں مسلمان کہتے ہیں۔ پس میرے لئے اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ چونکہ یہی دونوں اعتراض جو حضرت

مرزا صاحب پر کئے جاتے ہیں۔ آپ سے پہلے دو سچے نبیوں پر ہو چکے ہیں۔ اس لئے قرآن کے معیار کے مطابق دونوں غلط ہیں اور جب یہ غلط ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا بلکہ کھلا ہے اور حضرت مرزا صاحب خدا کے سچے نبی اور رسول ہیں۔ لیکن چونکہ یہ مسئلہ بہت اہم ہے اس لئے میں اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ اور دلائل بھی بیان کروں گا۔ لیکن کیا ایک عقلمند اور دانا انسان کے لئے ضروری نہیں ہے کہ قرآن کریم کے اس معیار کو جو میں نے بیان کیا ہے اپنے سامنے رکھے اور اس پر حضرت مرزا صاحب کو پرکھ کر دیکھے؟ ضرور ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ آپ صاحبان ضرور اس پر غور کریں گے۔

نبی کے آنے پر اعتراض اور ان کا جواب

اب میں ان شکوک کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں جو کسی نبی کے آنے کے متعلق پیش کئے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کوئی نبی اس لئے نہیں آسکتا کہ قرآن کریم نبوت کے دروازے کو بند کرتا ہے۔ احادیث بند کرتی ہیں اور اجماع اُمت بند کرتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا ان کی یہ بات درست اور صحیح ہے۔

قرآن کریم سے نبوت کا دروازہ بند ہونے کے ثبوت میں جو آیات پیش کی جاتی ہیں وہ جہاں تک مجھے معلوم ہے دو ہیں۔ آیت خاتم النبیین اور (دوم) اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدہ:4)۔ پہلے میں پہلی آیت کو لیتا ہوں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب:41)۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ محمدؐ تمہارے میں سے کسی کا باپ نہیں ہے۔ لیکن اللہ کا رسول اور خاتم النبیین ہے۔ اب اگر واقعہ میں خاتم النبیین کے معنی نبوت کے دروازے کو بند کرنے والا ہیں تو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن ان معنوں کے درست یا غلط ہونے کے متعلق ہمیں قرآن کریم ہی کے بتائے ہوئے اصل کے ماتحت فیصلہ کرنا چاہئے۔

☆...☆...☆

مرسلہ: ظہیر احمد طاہر۔ نائب صدر مجلس انصار اللہ جرمنی

خلیفہ ٔ راشد کا مقام اور مرتبہ

روحانی دنیا میں سب سے اعلیٰ و ارفع مقام ایک نبی اور رسول کا ہوتا ہے۔ خلیفہ ٔ وقت چونکہ نبی کا جانشین اور اس کا قائمقام ہوتا ہے اس لیے نبی کے انوار و برکات خلیفہ میں منعکس ہوتے ہیں۔ خلیفہ ٔ وقت نبی کے جاری کردہ مشن کو آگے بڑھاتا اور جماعت مومنین میں اتحاد و یگانگت پیدا کر کے امور دینیہ میں ان کی مدد اور رہنمائی کرتا ہے۔ خلیفہ ٔ وقت چونکہ وجودِ نبوت کا نائب ہوتا ہے اور وہ نبوت کے احکامات کو جاری کرتا ہے اس لئے اُس کی اطاعت رسول کی اطاعت قرار دی گئی ہے۔ ذیل میں علمائے امت کے چند اقتباسات درج کئے جارہے ہیں جن سے خلافت کی اہمیت و برکات اور خلیفہ ٔ راشد کے بلند مقام و مرتبہ کا علم ہوتا ہے۔ حضرت سید شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ نے اپنی مشہور کتاب ''منصب خلافت'' میں خلیفہ ٔ راشد اور باقی صلحاء میں نسبت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

امام، رسول کے سعادت مند فرزند کی مانند ہے۔ باقی تمام اکابر امت و بزرگان ملت ملازموں اور خدمتگاروں اور جاں نثار غلاموں کی مانند ہیں۔ پس جس طرح تمام اکابرِ سلطنت و ارکانِ مملکت کے لیے شہزادہ ٔ والا قدر کی تعظیم ضروری اور اس سے توسّل موجبِ سعادت ہے اِسی طرح اس سے مقابلہ کرنا شقاوت کی علامت اور اس پر مفاخرت کا اظہار بدانجامی پر دلالت کرتا ہے۔ ایسا ہی ہر صاحب کمال کے حضور میں تواضع اور تذلل سعادت دارین کا باعث ہے اور اس کے حضور میں اپنے علم و کمال کو کچھ سمجھ بیٹھنا دونوں جہان کی شقاوت ہے۔ اس کے ساتھ یگانگی رکھنا رسول سے یگانگی ہے اَور اس سے بیگانگی رسول سے بیگانگی کے مترادف ہے۔''

(منصب امامت صفحہ 110۔ مطبع حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور۔ سن اشاعت 2008ء)

خلیفہ ٔ وقت قرب خداوندی کا ذریعہ

''امام وقت سے سرکشی اور روگردانی گستاخی کا باعث ہے۔ امام کے ساتھ بلکہ خود رسول کے ساتھ ہمسری ہے۔ اور خفیہ طور پر خود ربّ العزت پر اعتراض ہے کہ ایسے ناقص شخص کو کامل شخص کی نیابت کا منصب عطا ہوا۔ الغرض اس کے توسّل کے بغیر تقربِ الٰہی محض وہم و خیال ہے جو سراسر باطل اور محال ہے۔'' (منصب امامت صفحہ 111)

خلافت راشدہ نعمت ربانی ہے

''امامتِ تامہ کو خلافت راشدہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ اور خلافتِ رحمت بھی کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ جب امامت کا چراغ شیشہ ٔ خلافت میں جلوہ گر ہوا تو نعمت ربانی بنی نوع انسان کی پرورش کے لیے کمال تک پہنچی اور کمالِ روحانی اسی رحمتِ رحمانی کے کمال کے ساتھ نورٌ علیٰ نُور آفتاب کی مانند چمکا۔''

(منصب امامت صفحہ 112 از شاہ اسماعیلؒ)

مولانا ابوالکلام آزاد خلیفہ ٔ راشد کا مقام بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''نبوت کا مقام، تعلیم و تربیت امت کی مختلف قوتوں سے مرکب تھا۔ قرآن کریم نے ان کو تین اصولی قسموں میں بانٹ دیا ہے۔ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ۔ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ (سورۃ الجمعہ:3) تلاوت آیات، تزکیہ نفوس، تعلیم کتاب و حکمت، خلفائے راشدینؓ ان تینوں منصبوں میں وجود نبوت کے نائب تھے۔ وہ منصب اجتہاد و قضاء شرح کے ساتھ قوت ارشاد و تزکیہ و تربیت بھی رکھتے تھے۔ وہ ایک صاحب وحی کی طرح خدا کے کلام کی منادی کرتے، ایک نبیؐ کی طرح دلوں اور روحوں کو پاکی بخشتے اور ایک رسولؐ کی طرح تعلیم کتاب اور حکمت و سنت سے امت کی تربیت و پرورش کرنے والے تھے۔ وہ ایک ہی وجود میں ابوحنیفہؒ و شافعیؒ بھی تھے اور جنیدؒ اور شبلیؒ بھی، لخمیؒ و حمادؒ بھی تھے اور ابن معینؒ و ابن راہویہ بھی۔ جسموں کا نظام بھی انہی کے ہاتھوں میں تھا اور دلوں کی حکمرانی بھی انہی کے قبضہ میں تھی۔ یہی حقیقی اور کامل معنیٰ منصب نبوت کی نیابت کے ہیں اور اسی لئے ان کا وجود اور ان کے اعمال بھی اعمال نبوت کا ایک آخری جزء تھے کہ عَلَیۡکُمۡ بِسُنَّتِیۡ وَسُنَّةِ الۡخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیۡنَ اور اسی لئے وَعَضُّوۡا عَلَیۡهَا بِالنَّوَاجِذِ کے حکم میں نہ صرف سنت عہد نبوت بلکہ خلافت راشدہ خاصہ کی سنت بھی داخل ہوئی اور شرح اس سرّ الٰہی کی بہت طولانی ہے یہاں محض اشارات

(مسئلہ خلافت صفحہ 34۔ ناشر مکتبہ جمال لاہور۔ سن اشاعت 2006ء)

مولانا ابوالکلام آزاد نظام خلافت کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسلام کا قانون شرعی یہ ہے کہ ہر زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفہ ٔ و امام ہونا چاہئے۔ ''خلیفہ'' سے مقصود ایسا خود مختار مسلمان بادشاہ اور صاحب حکومت و مملکت ہے جو مسلمانوں اور ان کی آبادیوں کی حفاظت اور شریعت کے اجراء و نفاذ کی پوری قدرت رکھتا ہو اور دشمنوں کے مقابلہ کے لئے پوری طرح طاقتور ہو۔

اس کی اطاعت اور اعانت ہر مسلمان پر فرض ہے اور مثل اطاعت خدا اور رسول ﷺ کے لئے ہے تاوقتیکہ اس سے کفر بواح (صریح) ظاہر نہ ہو۔ جو مسلمان اس کی اطاعت سے باہر ہوا، وہ اسلامی جماعت سے باہر ہو گیا۔ جس مسلمان نے اس کے مقابلے میں لڑائی کی یا لڑنے والوں کی مدد کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں تلوار اٹھائی۔ وہ اسلام سے باہر ہو گیا اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو اور اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہو۔ ایک خلیفہ کی حکومت اگر جم چکی ہے اور پھر کوئی مسلمان اس کی اطاعت سے باہر ہوا اور اپنی حکومت کا دعویٰ کیا تو وہ باغی ہے اس کو قتل کر دینا چاہئے۔''

(مسئلہ خلافت۔ صفحہ 187 ۔ ناشر: مکتبہ جمال لاہور۔ سن اشاعت 2006ء)

علّامہ الشیخ الطنطاری الجواہری اپنی کتاب ''القراٰن والعلوم العصریہ'' صفحہ 21 پر آیت استخلاف کو درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ھذہ الایة ذکرنا ھا مرة اخری فی الکتاب و اعدنا ھا ھھنا بعد ان بینا طریق الاتحاد بین المسلمین تلك الطریق التی ھدانا اللہ لاستخراجھا من الکتاب العزیز لا سبیل الی اسعاد المسلمین بغیریا ولا سبیل لاراحتھم وتمکینھم فی الارض واستخلافھم فیھا و تبدیل خوفھم امنا الا بھذہ السبیل وحدھا (الخلافة)''

یعنی اس آیت کو ہم نے اس کتاب میں دوبارہ ذکر کیا ہے اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا طریق بیان کرنے کے بعد ہم نے پھر اس آیت کو دُہرایا ہے کیونکہ اس طریق کا علم ہمیں کتاب عزیز سے ہوتا ہے اور اس کے بغیر مسلمانوں کی کامیابی کا اَور کوئی طریق نہیں۔ نہ ہی انہیں زمین میں خوشحالی اور طاقت حاصل ہوسکتی ہے اور نہ ہی حکومت میسر آسکتی ہے اور نہ ہی ان کا خوف امن میں تبدیل ہوسکتا ہے۔ مگر صرف اور صرف اس (خلافت) کے ذریعہ۔

(ماہنامہ الفرقان مئی 1967ء صفحہ 25)

اے کاش! مسلمان اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ سے وابستہ ہو کر امن اور سلامتی کے حصار میں پناہ گزیں ہو جائیں۔

☆...☆...☆

پردے کا مقصد

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پردہ کے متعلق نصیحت فرماتے ہوئے واضح فرماتے ہیں:

''اگر آپ برقع پہن کر مردوں کی مجلسوں میں بیٹھنا شروع کر دیں، مردوں سے مصافحے کرنا شروع کر دیں تو پردہ کا تو مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

...اگر آپ اپنی سہیلی کے گھر جا کر اس کے خاوند یا بھائی یا رشتہ داروں سے آزادانہ ماحول میں بیٹھی ہیں۔ چاہے منہ کو ڈھانک کے بیٹھی ہوتی ہیں یا منہ ڈھانک کر کسی سے ہاتھ ملا رہی ہیں تو یہ تو پردہ نہیں ہے۔...اس لئے احتیاط کریں اور ایسی مجلسوں سے بچیں۔''

(خطاب جلسہ سالانہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز از لجنہ اماء اللہ کینیڈا 3 جولائی 2004ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 23 ستمبر 2005ء)

''بعض لوگوں کے انٹرنیٹ کے ذریعے سے تبلیغ کے رابطے ہوتے ہیں اور انٹرنیٹ کے تبلیغ کے رابطے بھی صرف لڑکیوں اور عورتوں سے رکھیں۔ مردوں کا جو تبلیغ کا حصہ ہے وہ مردوں کے حصے رہنے دیں کیونکہ اس میں بعض دفعہ قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔''

(خطاب جلسہ سالانہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز از لجنہ اماء اللہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12 جون 2015ء)

مرسلہ: (محمد محمود طاہر)

محترمہ الحاجہ زینب بی بی صاحبہ آف مانگٹ اونچے کا ذکرِ خیر

خاکسار کی دادی جان مکرمہ الحاجہ زینب بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم الحاج میاں پیر محمد صاحب آف مانگٹ اونچے ضلع حافظ آباد اپنے گاؤں کی قابل احترام اور دعا گو خاتون تھیں جنہوں نے اپنے اور گاؤں کے بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کی سعادت حاصل کی خود بھی عاشق قرآن تھیں اور اس نور سے سینکڑوں سینوں کو منور کیا اور یوں آنحضورؐ کی اس حدیث کی عملی مصداق ٹھہریں کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو خود بھی قرآن پڑھتا ہے اور دوسروں کو بھی پڑھاتا ہے۔آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی اور وہاں محض اللہ کی خاطر اسیر بھی ہوئیں اور اپنے ایمان پر مضبوطی سے قائم رہیں۔آپ کا تعلق مانگٹ اونچے اور پیر کوٹ کے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے تھا۔والد صاحب کے ساتھ آپ کی تحریری بیعت 1903ء کی ہے لیکن زیارت نہیں ہوئی۔آپ کے والد محترم، نانا جان، تین ماموں، آپکے شوہر کے دو بھائی اور دو چچا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ رضوان اللہ علیہم میں شامل تھے۔

محترمہ زینب بی بی صاحبہ کی پیدائش 1900ء کے لگ بھگ کی ہے۔تاہم سرکاری ریکارڈ اس بارے میں درست نہیں ہے۔آپ کے والد اور والدہ اور دیگر عزیزوں کی بیعت کا ریکارڈ الحکم 10 جولائی 1903ء میں موجود ہے اور اس میں آپ کا نام بھی لکھا ہے۔بیعت کے وقت آپ کے گاؤں کا نام موضع تھابل ضلع گوجرانوالہ درج ہے۔آپ حضرت میاں امام الدین صاحب پیر کوٹیؓ کی نواسی اور حضرت میاں فتح دین صاحب گوندلؓ کی بیٹی ہیں۔آپ کے والد محترم تھابل دُوچھے نزد قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے اور انکا سسرال پیر کوٹ میں تھا۔احمدیت کی وجہ سے آپ اپنا گاؤں تھابل چھوڑ کر پیر کوٹ میں آباد ہوگئے۔

آپ کے والد محترم حضرت میاں فتح دین صاحب گوندلؓ نے 1966ء میں 91 سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔انہوں نے وفات سے کئی سال قبل اپنا تابوت بنا رکھا تھا تا بہشتی مقبرہ لے جانے کے وقت کوئی مشکل پیش نہ آئے۔آپ کی والدہ محترمہ مریم بی بی صاحبہ کے والد حضرت میاں امام الدین صاحبؓ اور تینوں بھائی حضرت میاں نور محمد صاحبؓ، حضرت میاں پیر محمد صاحبؓ اور حضرت حافظ محمد اسحاق صاحبؓ آف پیر کوٹ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحابی تھے۔محترمہ مریم بی بی صاحبہ نے بھی 1903ء میں بیعت کی لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت نہ کر سکیں۔آپ خاندان میں پہلی خاتون تھیں جو نظام وصیت میں شامل ہوئیں اور 1943ء میں وفات پاکر بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئیں۔آپ کے تینوں صحابی بھائی بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔محترمہ مریم بی بی صاحبہ متقی، دعا گو اور بزرگ خاتون تھیں۔بچوں اور عورتوں کو قرآن کریم پڑھانا اور دین سکھانا آپ کا مشغلہ تھا۔پیر کوٹ میں آپ کا مکان مسجد کے قریب ہی جانب مغرب تھا۔تو آپ مکان کی چھت پر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتی تھیں۔آپ کی پیر کوٹ میں وفات ہوئی اور امانتاً تدفین ہوئی۔سال ڈیڑھ کے بعد جب آپ کی میت قادیان لے جائی جانے لگی اور حافظ آباد کے ریلوے اسٹیشن پر انگریز ڈاکٹر نے نعش کا معائنہ کیا تو وہ بہت حیران ہوا کہ یہ تو بالکل تازہ وفات معلوم ہوتی ہے۔اس نے پوچھا کہ کیا آپ نے اس کو کوئی مصالحہ وغیرہ لگایا تھا؟ آپ کی نواسی مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ بتاتی ہیں کہ میرے نانا جان حضرت میاں فتح دین گوندل صاحبؓ نے ڈاکٹر کو جواب دیا کہ انکو انکے نیک اعمال کا مصالحہ لگا ہوا ہے۔محترمہ مریم بی بی صاحبہ اپنے نواسوں کی قادیان میں حصول تعلیم کے دوران انکی خدمت کے لئے قادیان میں بھی مقیم رہیں۔

محترمہ زینب بی بی صاحبہ بزرگ والدین اور پیر کوٹ کے تقویٰ شعار ننھال کے زیر سایہ پروان چڑھیں اور انکی نیکی اور تقویٰ کا اثر آپ کی شخصیت پر نقش ہوا۔آپ نے اپنے نیک بزرگان کی روایات کو برقرار رکھا۔مروجہ تعلیم تو حاصل نہیں کی تھی تاہم قرآن کریم اور اردو پڑھنا جانتی تھیں۔جواں عمری میں آپ کی شادی مانگٹ اونچے میں مکرم الحاج میاں پیر محمد صاحب سے 1919ء میں ہوئی۔مانگٹ اونچے میں آپ کا گھرانہ تعلیم و تربیت، زہد و تقویٰ اور نیکی کی وجہ سے معروف اور قابل احترام سمجھا جاتا تھا۔آپ کے شوہر گاؤں کے امین بھی تھے اور امام مسجد بھی۔آپ گاؤں کی بچیوں کو قرآن پڑھاتیں اور انہیں دینی علوم سکھاتی تھیں۔آپ نے اپنے بچوں کی بہت اعلیٰ رنگ میں تربیت کی اور انکو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔اس وجہ سے بھی گاؤں میں آپ کا گھرانہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کہ آپ کی سبھی اولاد تعلیم یافتہ اور جماعتی خدمتگار تھی۔آج آپ کی اولاد کے سینکڑوں احمدی خاندان دنیا کے چھ براعظموں میں آباد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے دینی و دنیاوی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔

حج اور اسیری کی سعادت

جنوری 1974ء میں محترمہ زینب بی بی صاحبہ کو اپنے بیٹے مکرم الحاج مولوی محمد شریف صاحب واقف زندگی سابق اکاؤنٹنٹ جامعہ احمدیہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔حج کے اخراجات آپ کے دوسرے بیٹے مکرم چوہدری سلطان احمد طاہر صاحب آف کراچی نے ادا کئے تھے۔مکہ معظّمہ میں آپ کا قیام چار ماہ رہا۔مکہ کی رہائش میں 12 احمدی اکٹھے رہ رہے تھے۔بعدہٗ اس میں چنیوٹ کے تین غیر از جماعت بھی شامل ہوگئے۔جماعت کے معاند مولوی منظور احمد چنیوٹی تک انہوں نے انکی خبر کی اور پھر اسی کے ذریعہ سے حکام کو اطلاع کی گئی۔اس مخبری کے بعد باقی احمدی تو مدینہ منورہ اور جدہ چلے گئے۔آپ دونوں چونکہ حج سے پہلے مدینہ منورہ جا چکے تھے اس لئے آپ کا قیام اس رہائش گاہ میں رہا نیز آپ کے غیراز جماعت ساتھیوں نے تسلی دلائی کہ شکایت والا معاملہ رفع دفع ہوگیا ہے۔مکرم مولوی محمد شریف صاحب نے اپنی والدہ محترمہ کو احتیاطاً کہہ دیا تھا کہ اگر میں گرفتار ہوگیا تو آپ نے گھبرانا نہیں۔

16اور 17 مارچ 1974ء کی درمیانی رات جب مکرم مولوی محمد شریف صاحب مسجد حرام میں تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے تو آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور بیان وغیرہ کے بعد جیل میں ڈال دیا گیا۔اس واقعہ کا آپ کی والدہ محترمہ کو علم نہ ہوا تاہم دوسرے روز آپ نے درخواست کی کہ میری والدہ پریشان ہونگیں انکو اطلاع کر دی جائے۔چنانچہ آپ کو آپ کی رہائش گاہ پر لایا گیا اور محترمہ زینب بی بی صاحبہ کو بھی حراست میں لے کر حرم کے حوالات میں بند کر دیا گیا۔عدالتی کارروائی جاری رہی اور حالات و واقعات سے یہی لگتا تھا کہ آپ کو سزائے موت دے دی جائے گی۔چنانچہ مکرم مولوی محمد شریف صاحب نے اپنی والدہ محترمہ کو وصیت بھی لکھ کر دے دی تھی جس میں بیوی بچوں کو صبر و استقامت کی نصیحت کی گئی تھی۔آپ کو بار بار احمدیت سے انحراف کرنے پر مجبور کیا جاتا رہا لیکن آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔مکرم حاجی محمد شریف صاحب کو جیل میں تنہا بند کر دیا گیا اور تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد رہا کر کے جدہ لے جایا گیا۔دریں اثناء آپ کی والدہ محترمہ زینب بی بی صاحبہ کو مکہ معظّمہ میں عورتوں کی جیل میں رکھا گیا تھا۔ماں بیٹا دونوں کو ایک دوسرے کے حالات کا کچھ علم نہ تھا۔آخر 2 مئی کو جدہ میں ماں بیٹے کی ملاقات ہوئی۔

13 مئی کو آپ کی واپسی کی ٹکٹ بذریعہ بحری جہاز ریزرو ہوئی۔جدہ میں واپسی تک کے بقیہ ایام بھی جیل میں ہی گزرے اور آپ کو جیل سے ہی بندرگاہ پہنچایا گیا۔دراصل آپ کو ملک بدر کیا جارہا تھا اور یہ بھی کہا گیا کہ دوبارہ سعودی عرب نہ آنا۔جہاز میں پہنچ کر آپ کا دل شکر کے جذبات سے بھر گیا اور اطمینان کا سانس نصیب ہوا۔جہاز میں ایک مسافر نے پوچھا کہ سعودی حکام نے آپ کو کیسے چھوڑ دیا تو مکرم حاجی محمد شریف صاحب نے جواب میں اسے یہ شعر سنایا:

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

الحمدللہ کہ ماں اور بیٹے کو حج بیت اللہ کی سعادت بھی ملی اور ارض حرم میں محض اللہ کے نام کی خاطر ہتھکڑیاں بھی لگیں اور قید کیا گیا۔قید کے یہ ایام خالصۃً عبادت، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن کریم اور درود شریف پڑھنے میں گزرے۔یہ مناجات اور عبادات رنگ لائیں اور آپ کو اسیری سے نجات ملی اور اپنے وطن واپس آئے۔دونوں ماں بیٹے نے کمال صبر واستقامت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔کسی نے محترمہ زینب بی بی صاحبہ سے کہا کہ اگر آپ کے بیٹے کو وہاں قتل کر دیا جاتا تو پھر؟ آپ نے کہا کہ اس سے بڑی اور کیا خوش قسمتی ہوتی کہ بیٹے کو ارض مقدس میں

موت آجاتی۔ یہ احمدی ماؤں کے صبر واستقامت اور مضبوط ایمانی کا نمونہ ہے جس نے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کر دی۔ (ارضِ حرم میں اسیری کے حالات بیان کردہ الحاج مولوی محمد شریف صاحب مکرم عبدالرحمان مبشر صاحب کی کتاب ”عالمگیر برکات مامور زمانہ“ اور الفضل انٹرنیشنل لندن میں بھی شائع شدہ ہیں)

حج سے واپسی پر دادی جان اور تایا مکرم حاجی محمد شریف صاحب ہمارے پاس لطیف نگر (نزد محمد آباد سندھ) بھی تشریف لائے جہاں خاکسار کے والد محترم محمد صادق صاحب تحریک جدید کی طرف سے متعین تھے۔ خاکسار اس وقت صرف چھ سال کا تھا۔ تھوڑی سی یاد انکے لطیف نگر آنے کی آج بھی میرے ذہن پر نقش ہے۔ لیکن دادی جان سے باقاعدہ ملاقات دس سال کی عمر میں 1978ء میں کراچی میں ہوئی جب آپ مانگٹ اونچے سے کراچی اپنے بچوں کے پاس آئی تھیں تو ہمارے گھر ڈرگ روڈ بھی تشریف لائیں۔ آپ کی پیار اور محبت بھری وہ ملاقات اب بھی یاد ہے۔ والد صاحب کی ٹرانسفر سندھ سے ربوہ ہوگئی تو ہم ربوہ منتقل ہوگئے اور اسی دور میں ہمارے دادا دادی بھی پیرانہ سالی کی وجہ سے اپنے گاؤں مانگٹ اونچے سے ربوہ اپنے بچوں کے پاس آگئے یوں ہمیں اپنے بزرگ دادا دادی کی نیک صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع مل گیا۔ دادی جان نے 80سال سے زائد عمر میں 8اپریل 1983ء کو جبکہ دادا جان نے 100سال کی عمر میں 1989ء میں وفات پائی۔ دونوں بزرگ بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہیں۔ آپ کے دو بیٹے واقفِ زندگی تھے جبکہ باقی اولاد بھی خدمتِ دین میں پیش پیش رہی اور ساری اولاد اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظامِ وصیت سے منسلک ہے۔

محترمہ زینب بی بی صاحبہ شب بیدار، عاشقِ قرآن، امین و دیانت دار، مونس و غم خوار اور دیگر اوصافِ حمیدہ سے متصف تھیں اور اپنی نیکیاں اپنی اولاد میں بھی احسن تربیت کے ساتھ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ آپ نمازوں کو سنوار کر اپنے وقت مقررہ پر ادا کرتی تھیں اور یہی اپنے بچوں کو تلقین کیا کرتی تھیں۔ رات تہجد کے لئے بیدار ہوتیں تو تہجد میں قرآن کریم اونچی آواز میں پڑھنا آپ کی عادت تھی جونہی نماز کا وقت آتا دیگر مصروفیات ختم کر کے نماز ادا کرتی تھیں۔ آپ کی نواسی شاہدہ نسرین صاحبہ آف ناروے بیان کرتی ہیں کہ آپ خود بھی عبادت گزار تھیں اور اپنی ساری اولاد کو بھی اس کی پابندی کروائی۔ نماز کے بعد تسبیح کرنا ان سے سیکھا ہے۔ نماز پڑھنے کا طریق بھی آپ چھوٹے بچوں کو بتایا کرتی تھیں۔ وضو کی خوب تلقین کرتیں اور نماز جمع کی بجائے الگ الگ ادا کرنے کی تاکید کیا کرتی تھیں۔ فرض نماز اور سنتوں و نوافل کی مثال یوں دیتی کہ اگر تجارت کا مال قیمت خرید پر بیچ دیا تو کیا فائدہ؟ اگر سنتیں نہ ادا کیں تو گھاٹے کا سودا ہے۔ اگر نوافل ادا کریں گے تو نفع بخش تجارت ہوگی۔ آپ اذان کی آواز سنتیں تو اس کے الفاظ ساتھ ساتھ دہرایا کرتی تھیں اور اذان کے بعد کی دعا خود بھی پڑھتیں اور بچوں کو بھی تلقین کرتیں کہ یہ پڑھا کرو تا تمہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔ دیہاتی ماحول میں گھڑی وغیرہ کا تو رواج نہیں تھا نمازوں کے اوقات سورج کے سایہ سے معلوم کرنے کی ماہر تھیں۔ اسی طرح تہجد کے اوقات ستاروں کے جھرمٹ اور قطبی ستارہ سے اندازہ کرتیں۔

آپ کی زبان ذکر الٰہی سے تر رہا کرتی تھی۔ گھریلو کام کاج کے دوران بھی بکثرت دعائیں اور درود شریف کا ورد آپ کا معمول تھا۔ درود شریف کی برکات سے بچوں کو آگاہ کرتیں اور کہا کرتی تھیں کہ درود شریف سے کھانا بابرکت ہو جاتا ہے اور جسمانی غذا کے ساتھ روحانی غذا بھی مل جاتی ہے۔ رمضان کی عبادات میں خاص ماحول پیدا کرتی تھیں۔ مسجد مبارک میں بھی آپ کو اعتکاف کی سعادت ملی۔ اور پھر حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی اور اسیری کے دوران آپ کی عبادات اپنے معراج پر تھیں اور کہا کرتیں کہ اسیری کے دوران عبادات کی لذت ہی کچھ اور تھی۔ مختلف دعاؤں کا ورد آپ نے معمول بنا رکھا تھا مثلاً ہر نیا چاند دیکھنے پر اس کی طرف دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتیں اور بچوں کو بھی اس خوشی میں شریک کر کے نئے چاند کی دعا کرتیں۔

قرآن کریم کے ساتھ تو عشق تھا۔ آپ کی ساری عمر قرآن پڑھنے اور پڑھانے میں گزری۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اس کی برکات اور انوار سے آپ کو آپ کی اولاد کو وافر حصہ عطا فرمایا۔ آپ کی بیٹی محترمہ پروفیسر صادقہ شمس صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ آپ رات کو تہجد کے لئے بیدار ہوتیں تو اس میں قرآن کریم کا جو حصہ یاد ہوتا وہ بالجہر پڑھتی تھیں گویا فَتَہَجَّدْ بِہٖ کا عملی نظارہ نظر آتا۔ فجر کے بعد آپ کو چرخہ کاتنے کی بھی عادت تھی اور چرخہ کاتتے ہوئے آپ نعتیں اور نظمیں پڑھا کرتی تھیں پھر دودھ بلوتیں۔ دودھ بلونے کے بعد کسی غریب کو لسی دیا کرتی تو اس میں کچھ مکھن بھی ڈال دیتی تھیں۔ دودھ بلونے کے بعد آپ تلاوت قرآن کریم کیا کرتی تھیں اور لمبی تلاوت کرتیں یہاں تک کہ بچے انتظار میں ہوتے کہ ہمیں صبح کی روٹی پکا کے دیں۔ اسیری کے دوران تلاوت قرآن کریم آپ کی روح کی غذا تھی اور اسی کی برکت سے آپ کی رہائی کے سامان بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیئے۔

قرآن کریم کے ساتھ عشق کے مختلف انداز تھے۔ آپ کی نواسی شاہدہ نسرین صاحبہ بتاتی ہیں کہ آپ ہمیں قرآن کریم میں مذکور انبیاء کی کہانیاں اور واقعات سنایا کرتی تھیں۔ ملکہ سبا کے شیشے کے محل سے گزرتے وقت کی کیفیت بیان کرتے وقت آپ کے چہرے کی عجب کیفیت ہو جاتی اور کہتیں کہ سبحان اللہ قرآن کریم نے کیا سچائی بیان کی ہے کہ ہر طرف رب کے جلوے نظر آتے ہیں اور کم عقل ان کو خدا بنا بیٹھتے ہیں۔ ملکہ نے سورج کو خدا سمجھا اور پھر حضرت سلیمانؑ کی دانشمندی سے وہ اصلی خدا کو پہچان گئی۔ قرآن کریم میں مذکور پھلوں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں مثلاً شہد، انگور، انار، کھجور، کیلے اور ادرک کو اس لئے کھانا پسند کرتیں کہ ان کا تذکرہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ کئی مرتبہ ہوا کہ ھُدھُد کو دیکھا تو کہتیں یہ کتنا پیارا نام ہے اور کتنا پیارا پرندہ ہے کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر آیا ہے۔

تلاوت قرآن کریم کے دوران اگر وہ اسماء آجاتے جو آپ کے بچوں کے نام بھی تھے جیسے سلطان، صادق، حنیف، ابراہیم تو آپ اونچی آواز میں دو تین مرتبہ وہ حصہ تلاوت کیا کرتی تھیں یہ بچوں کی تربیت کا بھی انداز تھا اور قرآن کریم کے ساتھ محبت کا بھی اظہار تھا۔ آپ کے چھوٹے بیٹے کا نام ابراہیم اور ان کی اہلیہ کا نام بشریٰ ہے۔ جب قرآن کریم کی یہ آیت وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰھِیْمَ بِالْبُشْرٰی (ھود:70) کی تلاوت کرتیں تو کہتیں کہ یہ جوڑی تو رب نے آپ بنائی ہے۔ قرآن کریم سکھاتے ہوئے آپ پارہ کا نام اور سورتوں کے نام بھی یاد کروایا کرتی تھیں اور قرآن پڑھنے والے بعض غریب بچوں کو لسی دیکر بھی رخصت کرتیں۔

غریب پروری اور لوگوں کی ہمدردی آپ کا نمایاں وصف تھا۔ گھر میں بھینس رکھنے کا شروع سے شوق رہا۔ رات کو ایک گلاس دودھ کسی غریب عورت کو دیا کرتی تھیں۔ اس طرح آپ کو مرغیاں پالنے کا بھی شوق تھا اور مرغی کا پہلا انڈہ کسی غریب کو دیتی تھیں۔ گاؤں کی نادار خواتین کی مدد کا ایک یہ طریق بھی اپنا رکھا تھا کہ آپ اپنی مرغی اور انڈے آدھ پر دے دیتیں یعنی جب چوزے نکل آئیں اور کچھ بڑے ہو جائیں تو نصف نصف چوزوں کی تقسیم ہو جاتی۔ اس طرح ان کی مدد ہو جاتی۔

غیبت اور چغلی سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ آپ کی بیٹی محترمہ پروفیسر صادقہ شمس صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ غیبت سے آپ سخت کراہت کا اظہار کرتی تھیں اور آپ کے بچوں میں سے اگر کوئی کسی تیسرے کی بات شروع کرتا تو آپ فوراً انہیں منع کر دیتیں اور ساتھ کہتی کہ جس کی تم بات کر رہے ہو اس کے گناہ جھڑ رہے ہیں اور تم پر یہ گناہ پڑ رہے ہیں۔ اس لئے کسی کی بات نہ کریں۔

آپ کے شوہر گاؤں کے امین تھے۔ لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھوایا کرتے تھے۔ اس کے لئے آپ کے پاس ایک مضبوط اور وزنی سیف موجود تھا۔ آپ خود بھی صفتِ امین سے متصف تھیں اور اپنے بچوں کو بھی اسی کی تلقین کی۔ بچپن میں ایک بار آپ کے ایک بیٹے سلیٹ پر سوال نکال رہے تھے لیکن درست نہیں نکل رہا تھا اور وہ سلیٹ کو نیچے مار رہے تھے۔ آپ کی بیٹی صادقہ شمس صاحبہ بتاتی ہیں کہ والدہ صاحبہ نے پوچھا کیا مسئلہ ہے تو بھائی نے بتایا کہ سوال نہیں حل ہو رہا۔ والدہ صاحبہ نے پوچھا کہ یہ سلیٹی (جس سے سلیٹ پر لکھا جاتا ہے) تم نے کہاں سے لی؟ بھائی نے کہا کہ اپنے تایا زاد بھائی بشارت احمد کے بستے سے لی تھی۔ یہ سن کر والدہ صاحبہ بہت ناراض ہوئیں اور کہا کہ یہ سلیٹی تو تم کل اس کو واپس کر دینا اور ابھی دکان پر جاؤ اور اپنی سلیٹی لے کر آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بظاہر یہ چھوٹی سے بات معلوم ہوتی ہے لیکن آپ نے بچوں کو امانت دیانت کی باریک راہوں پر چلنا سکھایا۔ الحمد للہ کہ آپ کی اولاد نے ان روایات کو قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا خوف اور نیکی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے پاس چاندی کا ایک وزنی کڑا تھا وہ بلدار اور کوئی دس بارہ تولے کا ہوگا۔ یہ 1951-52ء کی بات ہے۔ آپ نے وہ کڑا فروخت کیا جو کہ اسّی روپے میں فروخت ہوا۔ بیچنے کا مقصد اپنے چھوٹے بیٹے محمد ابراہیم شمس صاحب کو سائیکل خرید کر دینا تھا تا کہ وہ گاؤں سے حافظ آباد پڑھنے کے لئے پیدل جانے کی کوفت سے بچ جائے اور آنے جانے میں سہولت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ سائیکل خرید کر دیا گیا لیکن کسی کی شرارت سے جلد ہی چوری ہوگیا۔ اس زمانہ میں سائیکل شاذ کے طور پر ہی کسی کے پاس ہوتا تھا خاص طور پر دیہاتوں میں۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

محترمہ زینب بی بی صاحبہ نے سائیکل چوری ہونے پر کہا کہ شاید یہ اس لئے چوری ہوگیا کہ میں نے اپنے چاندی کے کڑے کی زکوٰۃ نہیں دی تھی حالانکہ زکوٰۃ تو نصاب کے مطابق 52 تولے چاندی پر ہوتی ہے۔لیکن پھر بھی دل میں نقصان کی وجہ اپنی کسی کمی کو ہی قرار دیا تو اس حد تک آپ کی نیکی کا اعلیٰ معیار تھا۔

آپ کی صفت امانت ، قناعت اور بچوں کی تربیت کے انداز کا تذکرہ کرتے ہوئے محترمہ پروفیسر صادقہ شمس صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ پرانے وقتوں میں خاص طور پر دیہاتوں میں عموماً رواج تھا کہ لوگ اپنی گندم بیچ کر دکانوں یا پھیری والوں سے اپنی ضرورت کی اشیاء خرید لیا کرتے تھے۔اس عمل سے ایک نقصان یہ ہوتا تھا کہ کئی لوگوں کی گندم نئے سیزن سے پہلے ہی ختم ہو جایا کرتی تھی اور پھر وہ ادھار گندم لینے یا قرض لینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔لیکن ہماری والدہ صاحبہ نے اپنے گھر میں یہ طریق اختیار نہیں کیا اور نہ ہی اپنے بچوں کو اجازت دی کہ وہ اپنی ضروریات کے لئے گندم دے کر اشیاء خریدیں۔والدہ کہتی تھیں کہ آپ کے والد محترم کی اجازت کے بغیر تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ میں گندم بیچنے دوں۔تاہم اگر انکے پاس پیسے ہوتے تو وہ ہمیں دے دیا کرتی تھیں۔ہمارے والد محترم بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ ہم گندم بیچ کر اشیاء لیں۔آپ کبھی کبھار ہمیں پیسے دے دیا کرتے تھے اور ساتھ کفایت شعاری اور قناعت کا درس دیتے تھے۔الحمد للہ کہ ہماری گندم کبھی ختم نہیں ہوئی اور ہمارے پڑوسیوں اور عزیزوں کی گندم اکثر فروری مارچ میں ختم ہو جایا کرتی تھی اور پھر بقیہ عرصہ کی گندم کے حصول کے لئے وہ ہمارے والد صاحب کے ہاں آتے تھے۔

اپنے بچوں کے بعد اپنی تیسری نسل کے بچوں سے پیار اور انکو دینی آداب سکھانے کا سلسلہ جاری رکھا۔آپ کی نواسی شاہدہ نسرین صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ بڑی نواسی ہونے کے ناطے میں انہیں بہت عزیز تھی اور میں نے آپ کی صحبت سے بہت عرصہ فیض پایا گاؤں میں بھی اور پھر جب وہ ہمارے پاس دارالیمن ربوہ میں آگئیں تب بھی۔نانی جان مجھے اکثر کہا کرتی تھیں کہ دعا کر میں تیری شادی تک زندہ رہوں۔آپ کی یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ آپ کی وفات میری شادی کے چھ ماہ بعد ہوئی۔مجھے یہ دعا دیا کرتی تھیں کہ جہاں بھی جاؤ وہاں کی مٹی تمہارے لئے سونا بن جائے۔آپ کی یہ دعا قبول بھی ہوئی۔شادی کے بعد مجھے سیرالیون خدمت کی توفیق ملی اور پھر ناروے میں بھی خدمتِ دین کی توفیق مل رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا بھی مشاہدہ کر رہی ہوں۔یوں افریقہ اور یورپ کی زمین میں نے اپنے لئے سونا بنتی دیکھی ہے۔بہت چھوٹی عمر میں ہی آپ ہمیں اپنے ساتھ جلسہ سالانہ پر لیکر جاتیں اور جلسہ کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے ہی جلسہ گاہ پہنچ جاتیں تا ساری کارروائی سن سکیں۔اسی طرح بہشتی مقبرہ بھی اپنے ساتھ لیکر جاتیں اور قطعہ خاص میں دعا کے بعد اپنے بزرگ والد اور تینوں ماموں صاحبان کی قبروں پر بڑے ذوق اور ابتہال کے ساتھ دعا کرتی تھیں۔اپنے ننھیالی بزرگان سے باقاعدگی سے ملنے جایا کرتی تھیں۔آپ بتاتی تھیں کہ میں اپنے والدین اور ساس سسر کے لئے تین تین مرتبہ ربّ ارحمھما کما ربّینی صغیرا کی دعا روزانہ باقاعدگی سے مانگتی ہوں۔ اپنے ساس سسر کے لئے اس لئے کہ وہ بھی میرے والدین ہیں۔

ہماری دادی جان سلیقہ مند خاتوں تھیں۔آپ کھانا پکانے میں مہارت رکھتی تھیں۔میری والدہ محترمہ اکثر آپ کے سالن بنانے کی مہارت اور لذت کا تذکرہ کرتی ہیں۔آپ جو کھانا بھی بناتی تھیں اس میں لذت پیدا کر دیتیں۔آپ سالن اور پراٹھے ہلکی آنچ پر تیار کیا کرتی تھیں۔تازہ مکھن کے ساتھ آپ کے بنے تہدار پراٹھوں کو آپ کے پوتے پوتیاں آج بھی یاد کرتے ہیں۔

پھلدار درخت

قرآن کریم نے شجرہ طیبہ کی خوبصورت مثال ہمارے سامنے رکھی ہے جس کی خوبی ہے کہ وہ ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے۔اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جو باغ لگایا گیا ہے اس کے درخت دنیا بھر میں پھل پھول رہے ہیں۔جن درختوں کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ محبتِ الٰہی کے پانی سے سیراب ہو رہی ہیں انکی شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس باغ کا ایک شجر پھلدار ہماری دادی جان اور دادا جان اور آپ کی دنیا بھر میں پھیلی ہوئی نسل بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں اور اب ان کی اولاد در اولاد کی تعداد سینکڑوں میں پہنچ چکی ہے۔الحمد للہ کہ آپ کے دو بیٹے الحاج مولوی محمد شریف صاحب اور میرے والد چوہدری محمد صادق صاحب سابق اکاؤنٹنٹ وکالت تبشیر واقفِ زندگی تھے۔باقی تینوں بیٹے مکرم چوہدری سلطان احمد طاہر صاحب آف کراچی، مکرم محمد حنیف قمر صاحب اور مکرم محمد ابراہیم شمس صاحب آف کراچی بھی مختلف عہدوں پر عمر بھر خدمتِ دین کرتے رہے۔آپ کی دو بیٹیاں مکرمہ آمنہ بشارت صاحبہ مرحومہ اہلیہ بشارت احمد صاحب مرحوم دارالیمن وسطی ربوہ اور مکرمہ پروفیسر صادقہ شمس صاحبہ سابق پرنسپل گورنمنٹ جامعہ نصرت ربوہ ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے پانچ پوتے مربیان سلسلہ ہیں۔ایک پوتا واقفِ زندگی ڈاکٹر کے طور پر سیرالیون میں خدمت کر رہا ہے۔چھوٹی پوتی واقفہ نو ہے اور طاہر ہارٹ میں خدمت کر رہی ہیں۔ایک پوتے اور ایک نواسی کو نصرت جہاں سکیم کے تحت بطور ڈاکٹر اور ٹیچر افریقہ میں خدمت کی توفیق ملی۔آپ کی ایک نواسی اور ایک پوتی مربی سلسلہ سے بیاہی ہوئی ہیں اور اس وقت افریقہ میں خدمت کر رہی ہیں۔آپ کے کئی پوتے پوتیاں ، نواسے نواسیاں اس وقت بطور صدر جماعت اور دیگر جماعتی عہدوں پر دنیا بھر میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔آپ کی چوتھی نسل میں بھی وقف کا سلسلہ جاری ہے۔یوں مانگٹ اونچے کے اس خاندان کی نیکی کا فیض اللہ تعالیٰ کے فضل اور جماعت کی برکت سے دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی اولاد میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مختلف علوم کے ماہرین موجود ہیں۔آپ کی چھوٹی بیٹی گورنمنٹ جامعہ نصرت ربوہ کی پرنسپل کے طور پر ریٹائر ہوئیں۔آپ کی اولاد میں گولڈ میڈلسٹ طلبہ، پی ایچ ڈی ڈاکٹرز، مربیان سلسلہ ، پروفیسرز ، میڈیکل ڈاکٹرز ، انجینئرز ، فارماسسٹ ، کمیشنڈ آفیسر ، بزنس ایڈمنسٹریشن نیز متفرق پیشوں سے وابستہ افراد موجود ہیں۔الحمد للہ علیٰ ذالک۔یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل، بزرگان کی دعاؤں اور احمدیت کی برکت کی وجہ سے ہوا ہے۔

مانگٹ اونچے میں ہماری دادی دادا کا گھر والدین کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے چوہدری سلطان احمد طاہر صاحب نے ضروری تعمیرات کے بعد صدر انجمن احمدیہ کو ھبہ کر دیا اور اب یہ گھر مربی ہاؤس کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔یوں آپ نے اپنے بزرگ والدین کی اس یادگار کو بطور صدقہ جاریہ بنا دیا ہے۔ہماری دادی جان نے اپنے گاؤں کے سینکڑوں بچوں کو قرآن کے نور سے منور کیا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نور کی بدولت آپ کے اموال، نفوس اور اخلاص میں غیر معمولی برکت عطا کی اور آپ کا گھرانہ خیر و برکت سے بھر گیا۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی نسلوں کو آپ کی نیک روایات زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

طلوع وغروب آفتاب

10 دسمبر 2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:26	17:39
مدینہ منورہ	05:32	17:34
قادیان	05:51	17:25
ربوہ	05:31	17:05
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:27	15:55